حقیقت کے روپ میں

افشاں آفریدی

شعاع ڈائجسٹ نومبر 1995ء

Afshan Afridi
Official

Scanned with CamScanner

معزز ممبرز مشہور مصنفہ افشاں آفریدی
کے ڈائجسٹس میں نے آنے والے اور ماضی کے
مزید ناولز جو کہ نیٹ پر بھی دستیاب نہیں،
کلئیر کوالٹی میں پڑھنے کے لئے ہمارا
فیس بک آفیشل بک پیج

Afshan Afridi Official

جوائن کیجئے

یہ ناول آپ کو کیسا لگا اپنی رائے ضرور دیں۔

https://www.facebook
.com/Afshan-Afridi-Official
-103736765390335/

Afshan Afridi
Official

Scanned with CamScanner

افشاں آفریدی

حقیقت کے روپ میں

"بتا ہے ندا! وہ شفیق انکل کی رمنا ہے نا۔ اس کی کل بات طے ہو گئی۔" اکنامکس کے نوٹس بناتے ہوئے اچانک ہی رمنا نے سر اٹھا کر اسے اطلاع دی۔

"رمنا کی؟" اس کا دل یکدم متاسف سا ہو گیا۔ قلم کی گردش بھی تھم گئی۔

بڑی خواہش تھی اس کی کہ رمنا بھائی جان کی شریک حیات بنتی مگر قسمت کے فیصلے تو اوپر ہی طے ہوتے ہیں، دل کی خواہشیں اور تمنائیں بھلا کب ان کا مقابلہ کر سکتی ہیں۔

"ہاں۔ آج صبح ہی تو مٹھائی آئی ہے ان کے گھر سے۔" مینا دوبارہ لکھنے میں مصروف ہوتے ہوئے بتانے لگی۔

"اچھا۔ اللہ کرے وہ خوش رہے۔" بے اختیار دل سے دعا نکلی۔

"بہت اچھی لڑکی ہے وہ، مجھے تو شروع سے بھائی جان کے لیے پسند آگئی تھی۔"

"جانتی ہوں میں۔ میں نے اس کی امی سے ذکر بھی کیا تھا اور انہوں نے کچھ دنوں تم لوگوں کی طرف سے کسی اقدام کا انتظار بھی کیا مگر جب اس طرف خاموشی رہی تو انہوں نے یہ رشتہ طے کر دیا۔" مینا بتا رہی تھی۔

اس کا دل مزید رنجیدہ ہو گیا۔ امی کو اس نے کتنا سمجھایا تھا مگر وہ رشتہ لے جانے پر راضی ہی نہ ہوئیں۔ ان کی تو ایک ہی رٹ تھی کہ پہلے فہمی بجیا کی شادی ہو جائے۔ اور وہ بھی کسی گلفام یا کسی ریاستی شہزادے سے۔ پھر وہ بھائی جان کے بارے میں سوچیں گی۔

"ویسے اب تم لوگوں نے بھائی جان کے لیے کیا سوچا ہے؟" مینا بھی آذر بھائی کو بھائی جان ہی کہتی تھی۔ قلم روک کر پوچھنے لگی۔

اور ابھی وہ کوئی مناسب سا جواب تلاش کر ہی رہی تھی کہ رفو بوا کی بوکھلاہٹ سے مزین آمد نے کچھ کہنے کا موقع ہی نہ دیا۔

"اسلام وعلیکم بوا۔" وہ دونوں ان کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

"وعلیکم السلام جیتی رہو۔" بوا مینا کی امی کے کمرے کی طرف افتاں و خیزاں دوڑ گئیں تو وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر بے اختیار مسکرا دیں۔

"لو بھئی، اب تمہارا تو ایک عدد رشتہ آموجود ہوا۔" ندا نے قلم بند کر کے فائل میں رکھا اور مینا کی طرف شوخی سے دیکھ کر مسکرائی۔

"تمہیں کیا الہام ہوا ہے؟" مینا نے مسکرا کر تفاؤل سے پوچھا۔

"جی نہیں۔ یہ خبر تو مجھے رفو بوا کی آمد نے دی ہے۔" ندا کے لہجے میں یقین تھا مینا سرخ ہو کر ہنس پڑی۔

رفو بوا کوئی باقاعدہ رشتے کرانے والی عورت نہ تھیں مگر چونکہ ان کا کئی گھروں میں آنا جانا تھا لہٰذا ان کے ہاتھوں کئی شادیاں طے پا گئی تھیں اور متعلقہ فریقین بہت آسودہ زندگیاں بھی بسر کر رہے تھے یہ شاید بوا کی صاف نیت کا کمال تھا کہ ان کے کرائے ہوئے رشتے اب تک پائیدار چلے آرہے تھے اسی لیے محلے بھر کی خواتین ان پر بہت اعتماد کرتی تھیں۔

لہٰذا جب کبھی بوا کوئی رشتہ لے کر آتیں تو اسی طرح آندھی طوفان کی مانند گھر میں داخل ہوتی تھیں۔ اور ان کا یہ انداز خواتین کی نظر میں ایک اچھا شگون

Scanned with CamScanner

ہوتا تھا۔

اسی نظریے کے پیشِ نظر ندا نے مینا کو رشتے کی "نوید" سنائی تھی۔ ذرا ہی دیر بعد رفو بوا کی مسکراہٹ سمیت واپسی پر وہ دونوں معنی خیزی سے مسکرا دیں۔

"اچھا بھئی، اب میں چلتی ہوں۔" وہ کچھ جلدی میں برآمدے سے گزرنے کو تھیں۔

"ارے ارے بوا! ایسی بھی کیا جلدی۔ چائے تو پی لیں۔" مینا نے لپک کر انہیں روک لیا۔

"رہنے دو بیٹا! میں اس وقت عجلت میں ہوں پھر آؤں گی۔" انہیں جلدی سوار تھی۔

"نہیں بوا۔ آپ ہمارے ساتھ چائے ضرور پئیں گی۔" ندا نے بھی آگے بڑھ کر کہا تو وہ ان دونوں کی محبت پر نہال ہو گئیں۔

"اچھا چلو تم اصرار کرتی ہو تو رک جاتی ہوں۔" وہ متبسم ہو کر بولیں تو مینا چائے بنانے کو دوڑ گئی۔ مینا کی امی سموسے بنانے میں مصروف تھیں۔

"آئیے بوا! یہاں بیٹھ جائیے۔" اس نے میز پر کتابیں منتقل کر کے کرسی خالی کی اور ان کو چائے پیش کر دی۔

"خوش رہو۔ بیٹا!" بوا دعائیہ انداز میں تہمتی فروکش ہو گئیں۔

"اور سناؤ امی کا کیا حال ہے؟"

"امی ٹھیک ہیں اب بس ذرا کچھ بلڈ پریشر ہائی تھا پچھلے دنوں۔" وہ کہنے لگی۔

"ہاں بیٹا! یہ موذی بیماری تو ہر ایک کو چمٹ کر رہ گئی ہے۔ اللہ کرم کرے۔ خیر یہ بتاؤ فہمی کے رشتے کا کچھ بنایا نہیں؟" بوا کو سب کی فکر رہتی تھی۔ یوں بھی امی نے ان سے فہمی بجیا کے لیے کہہ رکھا تھا۔

"نہیں فی الحال تو ایسا کچھ نہیں ہوا۔" وہ رنجیدگی میں گھرنے لگی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا بیٹا! تم فکر نہ کرو۔" بوا نے اس کی آنکھوں میں ٹھہرتا ہوا رنج دیکھ لیا۔ "اور آذر میاں آج کل کیا کر رہے ہیں؟"

Scanned with CamScanner

"وہی جاب کر رہے ہیں۔" اس نے کچن سے نکلتی مینا کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"ارے میں کہتی ہوں تم اس کے لیے لڑکیاں کیوں نہیں دیکھتیں۔ فہمی کے پیچھے اسے کیوں بوڑھا کرنے کے درپے ہو۔ وہ کس زلیخا کے جوان ہونے کا انتظار کر رہا ہے۔" بوا نے — تیز لہجے میں کہا تو ٹرے میز پر رکھتی ہوئی مینا کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"ہنسنے کی بات نہیں بیٹا! میں تو خدا لگتی کہتی ہوں۔" اسے بھی مینا کا ساتھ دیتا دیکھ کر رفو بوا یکدم سنجیدہ ہو گئیں۔ "آج کا زمانہ بڑا برا ہے۔ جوان جہان لڑکا ہے ارے اب تو مرد ہو چلا ہے ایسے میں اگر تمہاری ماں نے زیادہ ٹال مٹول کی تو وہ خود ہی کوئی انتظام کر لے گا۔"

"اللہ نہ کرے بوا جی۔" بوا نے باقاعدہ دہل کر سینے پر ہاتھ رکھ لیا۔

"تم اپنی ماں کو سمجھاؤ۔ اب فہمی کے بعد آذر میاں کی زندگی برباد نہ کرے۔ خواہشوں اور امنگوں کی حد بھی ایک عمر تک ہی محسوس ہوتی ہے جب عمر ڈھل جائے تو تمنائیں دم توڑ دیتی ہیں۔ عطیہ بیگم نے پہلے تو فہمی کے لیے خوب سے خوب تر کی تلاش میں اس کی عمر نکال دی اور اب اس کے پیچھے آذر میاں کی زندگی بھی برباد کرنے پر تل گئی ہیں۔" بوا خوفناک حد تک سنجیدہ تھیں۔ چائے کا گھونٹ بھر کر بولیں۔

"نہیں بوا! ایسی بات نہیں۔ کوئی ماں اپنی اولاد کا برا نہیں چاہتی۔ امی تو ان دونوں کا گھر بسانا چاہتی ہیں۔" اس نے موقع ملتے ہی حمایت میں سر جھکا کر کہا۔

"میں یہ کب کہتی ہوں کہ وہ برا چاہتی ہیں مگر ناعاقبت اندیشی کر رہی ہیں عطیہ بیگم۔ تیلن کو بیاہنے راجکمار نہیں آتے بیٹا! متوسط طبقے کی لڑکیاں اپنے جیسوں میں ہی کھپتی ہیں۔ تمہیں تو شاید یاد بھی نہ ہو۔ فہمی تم سے سات سال بڑی ہے پچھلے آٹھ نو سال سے تو میں نے ہی کئی رشتے بتائے عطیہ بیگم کو مگر ان کی آنکھ میں کوئی نہ جچا اور یوں اس کی عمر نکل گئی۔ اب اگر آذر کے لیے کہتی ہوں تو وہ فہمی کی وجہ سے ٹال دیتی ہیں۔ ارے بیٹا مرد ذات اپنے جذبوں کے آگے زیادہ دیر بندھ نہیں باندھتا۔ اپنے آذر میاں تو فہمی سے بھی چار سال بڑے ہیں۔ ماشاءاللہ کما رہے ہیں۔ ہر طرح سے اسودہ ہیں۔ ایسے میں اگر تم لوگوں نے زیادہ دیر کی تو وہ خود ہی کوئی نہ کوئی تلاش کر کے دو بول پڑھوا لے گا۔" بوا کے جھریوں بھرے چہرے پر تفکرات اور تجربات کا جال بنا ہوا تھا۔

"پلیز بوا۔ ایسے مت کہیں۔" اس نے لجاجت سے کہا۔ بوا کا حرف حرف سچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہی سچ جو ہمیشہ سے کڑوا رہا ہے۔ اور وہ سقراط نہیں تھی کہ سچ سننے اور بولنے کا حوصلہ رکھتی۔

"میرے کہنے یا نہ کہنے سے فرق نہیں پڑتا بچی۔ تم خود کھلی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رہی ہو۔ اپنی امی کو سمجھاؤ۔ میں ایک آدھ دن میں کسی وقت آؤں گی تمہاری طرف۔" چائے کا کپ خالی کر کے بوا جی کہتی اٹھ گئیں۔

"اللہ حافظ بوا جی۔" مینا بھی چپ چپ سی ہو گئی تھی۔ بوا جی کو دروازے تک چھوڑ کر واپس لوٹی تو ندا کو کپ تھامے گم صم دلگرفتہ سا دیکھ کر خود بھی آزردہ ہو گئی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا ندا! اللہ پر بھروسا رکھو۔" قریب آ کر اس کے کندھے پر ہلکا سا دباؤ ڈالتے ہوئے اس نے کہا تو وہ بے اختیار چونکی اور کچھ سوچ کر بھی بجھی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل کر غائب ہو گئی۔

"کیا بات ہے ندا! تم کل سے کچھ چپ چپ ہو۔ کوئی پریشانی ہے کیا۔" بجیا کی بات پر اس کا ہاتھ چائے کا کپ اٹھاتے اٹھاتے ٹھٹک گیا۔

گھبرا کر دیکھا وہ اسے ہی بغور دیکھ رہی تھیں۔ ان کی نگاہوں میں اپنے سوال کے ساتھ یقین بھی تحریر تھا کہ لمحے بھر کو وہ چکرا سی گئی۔ کوئی جواب نہ بن پڑا۔

"کیا مینا سے لڑائی ہو گئی ہے۔ جب سے اس کے گھر سے آئی ہو بہت افسردہ سی لگ رہی ہو۔"

بجیا اس کے مزاج کے اتار چڑھاؤ کو جانتی تھیں۔ بوا جی کی باتوں سے۔ اس کا دل ٹوٹ سا گیا تھا اور آنکھوں میں امیدوں کی جلتی قندیلیں بجھ گئی تھیں۔ وہ ان کی نظروں سے پوشیدہ نہ رہ سکا تھا۔ اس کی خوشی اس کا غم جیسے چہرے پر عنوان بن کر چمکنے لگتا تھا۔

Scanned with CamScanner

"نہیں بجیا! ایسی کوئی بات نہیں۔ بس ذرا ایگزامز کی فکر ہے۔ پڑھائی بھی بہت ٹف ہوتی جا رہی ہے۔" نظریں چراتے ہوئے کپ ہونٹوں سے لگا لیا۔ بہانہ گو بہت بودا تھا جس کا اظہار بجیا کی آنکھوں سے جھلکتی بے یقینی کر رہی تھی مگر اس کے سوا دوسرا کوئی رستہ بھی نہ تھا۔

وہ بوا جی کی باتیں فہمی بجیا کے سامنے دہرا کر انہیں مزید آزردہ نہیں کرنا چاہتی تھی جانتی تھی کہ یہ باتیں زخموں کا کھرنڈ اکھیڑ دیں گی۔ مزید ناسور جگا دیں گی دل میں۔

"چھوٹی چھوٹی باتوں کو دل پر مت لیا کرو ندا! امتحانوں کا کیا ہے آج نہیں تو کل ختم ہو ہی جائیں گے۔" گہری سانس بھر کر کہتے ہوئے ان کے لہجے میں ہلکورے لیتی یاسیت اس کا درد مزید بڑھا گئی۔

"جانے واقعی امی نے بجیا کے ساتھ ظلم کیا یا یہ سب ان کی قسمت کا ہی لکھا تھا؟ اور یہ جو آذر بھائی سارا سارا دن گھر سے باہر محنت کرتے رہتے ہیں اور گھر آ کر بالکل خاموشی سے اپنے کمرے میں بند ہو جاتے ہیں تو کیا اس کی بھی قصوروار امی ہیں یا تقدیر؟"

کتابیں اٹھا کر وہ چھت پر چلی آئی مگر ذہن اب تک بھٹک رہا تھا سوالات کا تانا بانا بہت مضبوط تھا۔ جانے کتنی دیر وہ ہتھیلیوں پر ٹھوڑی ٹکائے گم صم بیٹھی جوابات تلاشتی رہی۔ کتابیں ایک طرف پڑی اس کی توجہ کی منتظر ہی رہیں۔

"ندا! اس وقت یہاں کیا کر رہی ہو۔ چلو نیچے آؤ۔ مغرب کی اذان ہونے والی ہے۔" امی کی آواز اسے واپس کھینچ لائی۔ ابھی تو اس نے کسی ایک مسئلے کا بھی حل ڈھونڈا نہ تھا کہ امی کی طرف سے بلاوا آ گیا۔

تھکے تھکے قدموں سے سیڑھیاں اتر کر وہ کمرے کی طرف جانے لگی تھی کہ سامنے وضو کر کے دوپٹہ لپیٹتی امی کو دیکھ کر لمحے بھر کے لیے رک سی گئی۔

"کیا ہوا؟ یوں کیا دیکھ رہی ہو۔" امی اس کے قریب چلی آئیں۔

"ہوں۔" وہ چونکی۔ "کچھ نہیں امی۔ کچھ بھی تو نہیں۔" گھبراہٹ اور بوکھلاہٹ کا حملہ زبردست تھا۔

"خیریت تو ہے ندا؟" امی تشویش زدہ سی اسے کھوجتی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

"جی امی! بالکل خیریت ہے۔" بمشکل خود کو نارمل کر کے وہ مسکرائی۔ "بس آپ سے یہ کہنے رکی تھی کہ ہم سب کے لیے دعا کیجیے گا۔ ماں کی دعاؤں میں اثر ہوتا ہے نا۔" ان کے ہاتھ پر دباؤ ڈالتے ہوئے گم صم انداز میں کہا اور وضو کے لیے واش روم کی طرف بڑھ گئی۔

"بالکل ہی باؤلی ہو گئی ہے یہ تو۔" امی بڑبڑاتی جاء نماز پھیلانے لگیں تو اندر کھڑکی میں کھڑی بجیا کے آنسو چپ چاپ دوپٹے میں جذب ہو گئے۔

امتحانوں کی تیاری نے اسے اچھا خاصا گھن چکر بنا دیا۔ زیادہ تر مینا کے گھر جا کر تیاری کرنی پڑتی تھی کبھی کبھی وہ بھی آ جاتی۔ اور بجیا اسے کوئی کام نہ کرنے دیتیں۔ سارا کام خود کرتیں اور اسے زیادہ سے زیادہ وقت پڑھنے اور آرام کرنے کے لیے مہیا کرتیں تو وہ شرمندہ ہو جاتی۔

ان ہی دنوں بھائی جان کے ایک کولیگ کی وائف بجیا کے رشتے کے لیے چند خواتین کو لے آئیں۔ امی کے تو ہاتھ پاؤں ہی پھول گئے۔ لوگ اچھے تھے کچھ دیر بیٹھ کر چلے گئے ساتھ ساتھ پسندیدگی کا اظہار بھی کر گئے۔ اویس احمد خود بھی آئے تھے۔ وہ لڑکی کو ایک نظر دیکھنا چاہتے تھے۔

ندا نے کئی دن بعد فہمی بجیا کے لبوں پر سحر انگیز مسکراہٹ رقصاں دیکھی۔ اویس احمد خاصے اچھے شخص تھے دو سال پہلے بیوی انتقال کر چکی تھیں پہلے بچے کی پیدائش پر ہی اتنا بڑا سانحہ ہو گیا تھا ساتھ ہی بچہ بھی انتقال کر گیا۔ سو کئی سال اس حادثے کو بھلانے میں لگے اب کہیں جا کر بہن کے کہنے پر شادی کی ہامی بھری تھی لہٰذا وہ ان کے دروازے تک چلے آئے تھے۔

امی اور بھائی جان نے بڑی گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا مگر ان کی روانگی کے وقت امی کا موڈ بہت آف تھا۔ ندا نے ان کے چہرے سے ہی اندازہ لگا لیا کہ یہ رشتہ انہیں پسند نہیں آیا۔ دوسری طرف اویس احمد کو ایک نظر دیکھنے کے بعد فہمی بجیا کے رخساروں پر اترنے والے رنگ بھی اس کی نظروں سے اوجھل نہیں ہو سکے تھے۔

"یا خدا کرم کرنا۔ فہمی بجیا کا اب مزید امتحان نہ لینا۔" وہ پریشان دل سے سوچتی کمرے کی طرف آئی تو امی کے کمرے سے بھائی جان اور ان کی آوازیں

Scanned with CamScanner

سن کر رک گئی۔

"پلیز امی۔! اب بغیر جواز کے اس رشتے سے انکار مت کریں۔" بھائی جان کی آواز میں دبا دبا غصہ اور بے چارگی سی تھی۔

"کیا مطلب ہے آذر تمہارا میں بغیر جواز کے انکار کر رہی ہوں۔" امی کا غصیلا لہجہ اس کی ہتھیلیاں بھگو گیا۔ "دشمن سمجھتے ہو تم مجھے فہمی کا۔ مجھ سے زیادہ درد ہے تمہارے دل میں اس کے لیے۔"

"میں یہ نہیں کہہ رہا امی۔ مگر دوسری شادی ایسا قبیح فعل بھی نہیں۔ پھر اویس کے ساتھ کون سا بال بچوں کا بکھیڑا ہے۔ بہن بھی ایک ہی ہے وہ بھی شادی شدہ۔" بھائی جان کا جھنجھلایا ہوا انداز اسے مزید رنجیدہ کر گیا۔ امی کس قدر ضدی ہو جاتی تھیں کبھی کبھی۔

"میں نے یہ کب کہا کہ قبیح فعل ہے مگر مرد اپنی پہلی محبت اور پہلی بیوی کو کبھی نہیں بھلا پاتا۔ وہ فہمی میں اپنی سابقہ بیوی کی پرچھائیاں تلاشے گا تو زندگی جہنم بن جائے گی اس کی۔ تم ناتجربے کار ہو نہیں سمجھ سکتے۔ ایسے مرد کبھی بھی دوسری بیوی سے خوش نہیں ہو پاتے۔ موازنہ کرتے ہیں اس کا پہلی سے اور اسی تقابل میں زندگی تباہ ہو جاتی ہے دوسری عورت کی۔" جانے امی ٹھیک کہہ رہی تھیں کہ غلط مگر ندا کا ذہن بھائی جان کا ہامی بنا ہوا تھا۔

"تو اس وقت وہ کون سا خوشیوں کے ہنڈولے میں جھول رہی ہے۔ آپ کی خوب سے خوب تر کی تلاش میں وہ اس دور سے بھی گزر آئی جب آنکھوں میں خواب سجتے تھے۔ اب تو محض زندگی کو سہارے کی ضرورت ہے مگر آپ اس وقت بھی جانے کیا اٹھانے بیٹھی ہیں۔" بھائی جان کا لہجہ انتہائی تند ہو گیا تھا اس نے خوف سے آنکھیں بند کر کے سر دیوار سے ٹکا دیا۔

"آذر۔!" امی کا غصے سے کانپتا لہجہ اسے بری طرح ہلا گیا۔ "تم اپنے ہوش میں تو ہو۔ جانتے ہو کہ کیا بک رہے ہو۔"

"آئی ایم سوری امی! مگر آپ کی ہٹ دھرمی نے مجھے زبان کھولنے پر مجبور کر دیا ہے۔ فہمی اور ندا تو لڑکیاں ہیں کچھ کہہ نہیں سکتیں مگر آج میں یہ بات ضرور کہہ کر رہوں گا۔ کہ آپ نے بڑی بڑی خوشیوں کے انتظار میں اپنے بچوں کو چھوٹی چھوٹی بے ضرر خوشیوں سے بھی محروم کر دیا ہے۔"

"آذر۔" امی نے تحیر سے انہیں پکارا مگر وہ رکے بغیر کمرے سے نکلتے چلے گئے۔ "اونہہ میری بیٹی کے لیے یہ پینتیس سالہ دوہاجو ہی رہ گیا ہے۔" ذرا دیر بعد انہوں نے سر جھٹک کر بڑی نخوت سے کہا تو باہر دیوار سے لگ کر کھڑی ندا کا دل دکھ سے بھر گیا۔

یہ جملہ کہتے ہوئے عطیہ بیگم اپنی بتیس سالہ بیٹی کے بالوں میں چمکتے چاندی کے تاروں کو جانے کیوں نظر انداز کر گئی تھیں۔

آج بہت دنوں بعد رفو بوا کی آمد ہوئی تھی۔ امی انہیں دیکھ کر کھل سی گئیں۔ سردیوں کی آمد کے ساتھ ہی ہوا میں خنک خنک خشکی رچ بس گئی تھی۔ ندا نے دیکھا فہمی بجیا کے چہرے کے تاثرات بھی یکدم موسم کے ہمنوا بن گئے تھے عجیب سی سختی اور سرد مہری ٹھہر گئی تھی ان کی آنکھوں میں۔

اویس احمد کا پروپوزل امی نے ریجیکٹ کر دیا تھا فی الحال تو ان لوگوں کو کوئی جواب نہیں دیا تھا مگر ٹال مٹول سے اندازہ ہو گیا تھا کہ امی اس بیل کو منڈھے چڑھنے نہیں دیں گی۔

"اسلام وعلیکم بوا۔! آج بڑے دن بعد نظر آئیں۔" بجیا کو اپنے کمرے میں بند ہوتا دیکھ کر اسے ہی باہر نکلنا پڑا۔ صبح صبح کا وقت تھا لہٰذا چائے بھی ضروری تھی۔

"وعلیکم السلام بیٹا! جیتی رہو۔" بوا کا انداز سدا کا دعائیہ تھا۔

"انہیں میرے گھر کی فکر کم ہو گئی ہے جب ہی تو آتیں نہیں۔" امی نے شاکی انداز اپنایا۔

"ارے نہیں عطیہ بیگم۔! سچ کہوں پچھلے دنوں شفیق صاحب کی بیٹی رمنا کا رشتہ کرانے میں اس قدر مصروف ہوئی کہ کچھ نہ پوچھو۔ ارے مجھے تو اپنے گھر کی بھی خبر نہ رہی تھی۔" بوا نے فوراً مصروفیت کی وجہ بتائی۔

"ہوں تو گویا بوا جی آپ وہاں تھیں جہاں سے خود آپ کو اپنی خبر نہیں آتی تھی۔" وہ بے اختیار

Scanned with CamScanner

مسکرا دی۔

"ہاں بیٹا! تم بالکل ٹھیک کہتی ہو۔" وہ جانے سمجھیں کہ نہیں البتہ تائید ضرور کر دی۔

"خیر اب آپ کو اپنے گھر کی اتنی فکر بھی کہاں رفو بوا۔ خیر سے بیٹیاں اپنے گھر کی ہو گئی ہیں اور بہوؤں نے آپ کا گھر سنبھال لیا ہے۔ ایک ہم ہیں کہ اب تک ان ہی گتھیوں کو سلجھانے کی سعی کر رہے ہیں۔"

آخری جملہ کہتے ہوئے امی کا انداز مایوسیانہ سا ہو گیا۔ گہری سانس بھر کر چپ سی ہو گئیں تو ندا سر جھکا کر ناخن کھرچنے لگی۔

"اللہ کرم کرنے والا ہے عطیہ بیگم! بس ناشکرا پن مت کرو۔ جو وہ دے اسے قناعت سے قبول کر لو اس کی رضا میں خوش رہو گی تو نعمتوں کی اصل لذت سے روشناس ہو پاؤ گی۔"

بوا نے گہری سنجیدگی سے کہا تو ندا نے فوراً نظر اٹھا کر امی کی جانب دیکھا۔ ان کے چہرے پر مخصوص رنگ تھے۔ خود کو حق پر سمجھنے اور دوسروں کو غلط راہ کا مسافر گردانے کا تاثر۔ اس نے تھک کر نظر جھکا لی۔

"جاؤ ندا بیٹا! بوا جی کے لیے کچھ لے کر آؤ۔" معاً امی نے اسے وہاں سے بھگایا تو اس کے کان کھڑے ہو گئے۔ چار و ناچار اٹھ کر کچن میں آئی مگر دھیان تو جیسے باہر ہی لگا تھا۔

"بوا! آپ نے فہمی کے لیے کوئی لڑکا دیکھا۔؟" اس کے جاتے ہی امی نے رازداری سے بوا کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا تو اسے بمشکل آواز آ سکی۔

"ہاں عطیہ بیگم! ایک دو جگہ کہہ رکھا ہے مگر تمہارے معیار کا لڑکا۔ برا مت ماننا اپنی فہمی بیٹی کی عمر خاصی نکل گئی ہے۔" بوا جھجک کر رک سی گئیں۔ امی کے چہرے پر تناؤ اور تفکر کا جال بچھ گیا۔ ان کا بتایا ہوا لڑکا جو ہر لحاظ سے پرفیکٹ صرف آرڈر پر ہی بنوایا جا سکتا تھا۔

"پھر بھی بوا کوئی تو ہو گا۔ آخر کو لوگ بڑھاپے تک میں شادیاں رچا لیتے ہیں۔ فہمی تو پھر بھی جوان ہے۔" امی کا مبالغہ بوا کو متاسف کر گیا۔

"تم فکر مت کرو عطیہ! فہمی میری بیٹی کی طرح ہے اس کی فکر مجھے تم سے کم نہیں۔ میں دیکھ رہی ہوں انشاء اللہ کوئی نہ کوئی سبیل نکل آئے گی فی الحال تو میں اپنے آذر میاں کے لیے بڑا مناسب سا رشتہ لائی ہوں۔" بوا نے رسانیت سے کہا۔ سچ بول کر وہ امی کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھیں، ورنہ تو حقیقت یہی تھی کہ امی کی ہٹ دھرمی اور بے جا ضد ہی رکاوٹ بنی تھی۔

"آذر کے لیے۔" امی کی تیوریاں چڑھ گئیں۔ "مگر مجھے فی الحال اس کے لیے نہیں فہمی کے لیے رشتہ درکار ہے۔" ان کے ماتھے کے بل دیکھ کر ندا چائے کی پیالی پکڑے کچن کے دروازے پر ہی رک گئی۔

"اس کا بھی نصیب جاگ جائے گا۔ انشاء اللہ مگر عطیہ بیگم تم فہمی کی خاطر آذر میاں کو کیوں بوڑھا کیے دے رہی ہو۔ میری مانو تو ان کی شادی کر دو۔ نئے لوگوں سے تعلقات بڑھیں گے تو انشاء اللہ فہمی بھی اپنے گھر کی ہو جائے گی۔ بیٹے کی برات لے کر جاؤ گی تو اچھا شگون رہے گا اور جلد ہی تمہارے دروازے پر بھی شہنائی گونجے گی۔" بوا کا ناصحانہ انداز امی کو سخت ناگوار گزر رہا تھا۔

"ندا! چائے لے آؤ بیٹا۔" بوا کی بات کو قطعی نظر انداز کرتے ہوئے امی نے اسے دروازے میں جما دیکھ کر پکارا تو وہ بوجھل دل لیے بوا کے پاس چلی آئی۔

جی میں آیا کہ بوا کے ساتھ مل کر امی کو سمجھائے مگر اتنی جسارت کی وہ متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔ بوا امی کے سرد انداز پر خاموش ہو گئیں اور گہری سوچ میں مستغرق چائے کا کپ تھامے چند ثانیے بیٹھی رہیں۔

"اچھا عطیہ بیگم! اب چلوں گی۔ ویسے تم سوچنا میرے جاننے والے ہیں۔ لڑکی بہت شریف سلیقہ شعار اور خوبصورت ہے۔ عمر بھی کوئی چوبیس پچیس کے درمیان ہے اپنے آذر میاں کے ساتھ بہت اچھی جوڑی رہے گی۔"

بوا نے آخری کوشش کے طور پر کہا اور برقعہ لپیٹ کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"بہت شکریہ بوا آذر کی فکر تو آپ چھوڑ دیں اس کے لیے تو میرے چھوٹے بھائی کی بیٹی سمیعہ مجھے بے حد پسند ہے۔ آپ نے بھی دیکھا ہو گا اکثر آتی رہتی ہے۔" امی نے نیا انکشاف کیا تو ندا سمیت بوا بھی متحیر رہ گئیں۔

"وہی جو ابھی میٹرک کر کے فارغ ہوئی ہے؟" بوا

Scanned with CamScanner

نے متعجب ہو کر پوچھا۔

"ہوں۔ وہی بڑی پیاری بچی ہے۔" امی کے چہرے سے خوشی اور آنکھوں سے خواب جھلک رہے تھے۔ ندا کی آنکھیں حیرانی سے مزید کشادہ ہو گئیں۔ سمیعہ اور آذر بھائی۔ وہ تو کم از کم ان سے سولہ یا سترہ سال چھوٹی تھی جسے خود انہوں نے بچپن میں خوب کھلایا تھا۔

"میرے خدا امی کو کیا ہو گیا ہے۔" وہ تخت پر انگلیوں میں انگلیاں پھنسا کر بیٹھ گئی۔

"اچھا۔ اللہ مبارک کرے۔" بوا نے کچھ کہنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے گہری سانس بھر کر باہر کی راہ لی۔

امی دروازہ بند کر کے اپنے کاموں میں مگن ہو گئیں مگر اس کا ذہن بری طرح الجھ چکا تھا۔ فہمی بجیا کے لیے تو وہ عمروں میں تین سال کا فرق بھی برداشت نہیں کر رہی تھیں۔ اور آذر بھائی کے لیے ان سے سترہ سال چھوٹی سمیعہ کا رشتہ کرنے کا سوچ بیٹھی تھیں۔

"اف میں امی کو کس طرح سمجھاؤں۔" اس نے بے حد پریشانی سے بجیا کی طرف دیکھا جو سارے زمانے سے بے خبر اپنے آپ میں مگن کپڑے دھو کر پھیلا رہی تھیں۔

"کیا بجیا نے ساری باتیں نہیں سنیں؟" مگر آواز تو پورے گھر میں پھیل رہی تھی۔ اگر انہوں نے سن لیا ہے تو یہ کوئی ردِ عمل کیوں نہیں دیتیں؟ کیا بجیا بے حس ہو گئی ہیں؟"

"نہیں ایسا نہیں ہونا چاہیے۔" گھبرا کر وہ بجیا کے پاس چلی آئی۔

"بجیا۔" انہیں پکارا۔

"ہوں۔" وہ ہنوز منہمک تھیں۔

"کیا بات ہے۔" وہ متوجہ ہوئیں تو سارے سوال اس کے اندر ہی گم ہو گئے لب ایک دوسرے پر بڑی سختی سے خود بخود جم گئے۔

"ندا۔! کیا بات ہے گڑیا۔" جانے اس کی آنکھوں میں کیا تھا، بجیا گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور اس کا بازو پیار سے تھاما۔

"بجیا۔" سارے سوال آنسوؤں کی لڑیوں کی صورت پھوٹ کر بہہ نکلے۔ ان کے کندھے پر سر رکھ کر اپنی سسکیاں روکنے کی کوشش میں نڈھال ہوتے اسے جانے کتنی دیر بیت گئی۔ بجیا کا ہاتھ اس کا شانہ تھپک رہا تھا اور وہ جیسے آنسو بن کر بہہ جانا چاہتی تھی۔

"چلو شاباش اب چپ ہو جاؤ۔ اندر جا کر بیٹھو میں چائے اور کچھ کھانے کو لاتی ہوں۔"

اس کے آنسو صاف کر کے اسے بمشکل اندر دھکیلا۔ بجیا کچن کی طرف چلی گئیں تو وہ واش روم جا کر منہ پر چھپکے مارنے لگی۔

باہر نکلی تو چائے پر بھائی جان بھی موجود تھے۔ وہ دروازے میں ہی رک گئی۔ گلابی متورم آنکھوں سمیت ان کے سامنے جانا گویا سوالوں کی توپ کا رخ اپنی جانب موڑ لینے کے مترادف تھا۔

"آؤ ندا! رک کیوں گئیں۔" بھائی جان نے اسے پکارا تو حکم حاکم مرگِ مفاجات کے مصداق اسے آنا ہی پڑا۔ "امی کہاں ہیں؟" وہ پوچھ رہے تھے۔

"پڑوس میں ہیں۔" بجیا نے جواباً کہا۔

"سلام بھائی جان۔" وہ کرسی ذرا کھینچ کر بیٹھ گئی۔

"وعلیکم السلام۔ کیسی ہو؟" روزانہ کا مخصوص سوال سن کر مسکراتے ہوئے سر ہلایا اور کپ لبوں سے لگا لیا۔

"کیا بات ہے ندا! تم روئی تھیں کیا؟" اچانک ہی آذر کی نظر اس کی جھکی جھکی آنکھوں کی بھیگی پلکوں سے الجھ گئی۔

"نن۔ نہیں تو بھائی جان۔" وہ بری طرح سٹپٹا گئی۔ بجیا البتہ پرسکون بیٹھی تھیں۔

"ندا! ادھر دیکھو۔" آذر کا تحکمانہ انداز اسے نظر اٹھانے پر مجبور کر گیا۔

"کیا بات ہوئی ہے۔ مجھے نہیں بتاؤ گی۔" دوستانہ اور شفیق لہجہ ایک مرتبہ پھر آنکھوں کو نمکین پانی سے بھر گیا۔

"بھائی جان۔" وہ ان کا ہاتھ تھام کر سسک پڑی۔

"فہمی! تم بتاؤ۔ کیا ہوا ہے؟" اسے رونے کا شغل جاری رکھتا دیکھ کر آذر نے تفکر سے فہمی سے استفسار کیا۔

"کوئی خاص بات نہیں۔ بس آج رفو بوا آئی

Scanned with CamScanner

تھیں۔ جب سے ہی اپ سیٹ ہے۔" فہمی بجیا کسی تاثر سے عاری سپاٹ لہجے میں کہہ کر برتن اٹھائے کچن کی جانب بڑھ گئیں تو وہ دل ہی دل میں ان کی بے حسی پر کڑھ کر رہ گئی۔

آذر بھائی کی انگلیاں ان کے گھٹنے پر ٹکے اس کے سر پر ٹھہری گئی تھیں۔ اپنا درد اسے کسی سے تو کہنا تھا وہ آذر کے سامنے ایک ایک بات کہہ گئی۔ ابو جان کی وفات کے بعد یوں بھی وہ آذر بھائی کے بہت قریب ہو گئی تھی۔

"میں سب ٹھیک کر لوں گا ندا۔ تم قطعی فکر مت کرو۔ سکون سے — استحکام دو میں نے سوچ لیا ہے کہ مجھے کیا کرنا ہے۔" ذرا توقف کے بعد آذر بھائی نے کہا ان کے لہجے میں سوچ کی پرچھائیاں تھیں۔

"بھائی۔" اس نے کچھ کہنا چاہا۔

"بس۔ اب اپنی ہر فکر مجھے دے دو اور بھول جاؤ۔" مسکرا کر اسے چپ کرا دیا تو وہ کچھ مطمئن سی ہو کر اپنے کمرے کی جانب چل دی۔

بہت سارے دن امتحانوں کی مصروفیت میں دبے پاؤں گزرتے چلے گئے۔ اوائل سردیوں کے خشک اور بوردن نصابی کتابوں کی معیت میں مزید ہولناک لگنے لگے تھے۔ مگر اس کے دل کو جیسے قرار سا آگیا تھا جیسے آذر بھائی سب کچھ ٹھیک کر لیں گے۔ وہ دل سے مطمئن ہو چکی تھی مگر آذر بھائی کی طرف سے کسی خوش آئند اقدام کی منتظر تھی کہ اس روز شام کو انہیں اپنے ساتھ ایک نازک سی لڑکی کو لاتا دیکھ کر بھونچکا رہ گئی۔ امی اور بجیا کی صورتیں بھی سوالیہ تھیں۔

"ندا! یہ تمہاری بھابھی کوکب ہیں اور کوکب یہ میری امی یہ فہمیدہ اور یہ ندا میری چھوٹی بہنیں۔"

آذر بھائی کا تعارف کرانے والا انداز ہمیشہ کی طرح نارمل تھا۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو مگر ان تینوں کو یوں لگا جیسے ان کے اطراف بیک وقت کئی دھماکے گونج گئے ہوں۔

"آذر۔" امی کا متحیر اور پرجلال تخاطب بھی آذر بھائی کے چہرے کے نارمل تاثرات کو بدل نہ سکا۔ البتہ کوکب سہم سی گئی تھی۔

"ندا! کوکب کو میرے کمرے میں لے جاؤ۔" بھائی جان نے ایک طرف خوف سے تھرتھراتی ندا سے کہا مگر وہ ایک قدم بھی نہ ہلا سکی۔ کوکب نے بھی کسی جذبے کے تحت گھبرا کر ان کا ہاتھ تھام لیا۔

"آذر! تم میرے گھر میں یہ من مانی نہیں کر سکتے۔" کافی دیر بعد امی سکتے کی کیفیت سے نکلیں۔

"پلیز امی! میری بات۔"

"چلے جاؤ اسی وقت یہاں سے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ تمہیں بہنوں کا گھر بسانے کی جلدی صرف اپنی خاطر تھی۔" امی کا سفاک انداز جیسے سب کے دل چیر گیا۔

"امی پلیز۔ مجھے یوں الزام نہ دیں۔" آذر بھائی جیسے عاجزی سے بولے۔

"چپ ہو جاؤ آذر! اگر مجھے پہلے معلوم ہو جاتا کہ تمہیں زیادہ جلدی ہے تو میں تمہارا انتظام پہلے کر دیتی مگر مجھے گمان بھی نہ تھا کہ تم یہ انتہائی قدم اٹھاؤ گے۔" ندا نے آج پہلی بار امی کا یہ لہجہ سنا تھا۔ وہ تو جیسے بمشکل بول پا رہی تھیں۔

"پلیز امی۔ مت کہیے ایسی باتیں۔" وہ جیسے چلا اٹھے۔ ان کے لہجے کی گونج یکدم سب کو سہما گئی۔ "مجھے یہ قدم اٹھانے پر کسی اور نے نہیں آپ نے مجبور کیا ہے۔ آپ نے۔" آذر کا انداز یکدم غصیلا ہو گیا۔

"آپ نے اپنی بے جا ہٹ دھرمی اور ضرورت سے زیادہ بڑے خوابوں کے پیچھے اپنی اولاد کو حقیقی خوشیوں سے محروم کر دیا۔ فہمی کے ہر رشتے کو کسی نہ کسی بنا پر رد کرتی رہیں یہاں تک کہ اس کی اتنی عمر نکل گئی۔ اب تک تو ہمیں ندا کے لیے سوچنا شروع کر دینا چاہیے تھا مگر آپ کے غلط فیصلوں کی بھینٹ چڑھ کر میں اور فہمی بھی اب تک بے مقصد زندگی گزارتے چلے آ رہے ہیں۔ ہر ماں اپنے بچوں کے لیے اچھے اور سنہرے خواب ضرور دیکھتی ہے مگر آپ کے خواب محض سراب تھے جن کے پیچھے دوڑتے دوڑتے ہم تھک چکے ہیں امی اور آج اس گھر کے سربراہ کی حیثیت سے میں نے اپنے بارے میں یہ فیصلہ کر لیا ہے۔" وہ ذرا سا رکے۔

"یہ کوکب ہے میرے ایک دوست کی بہن۔ مجھے ایک مجبور لڑکی کی ضرورت ہے امی۔ اس لیے میں نے کوکب سے نکاح کر لیا ہے۔ سمیعہ جیسی بچی کے ساتھ میرا کوئی جوڑ نہیں بن سکتا تھا۔"

Scanned with CamScanner

بھائی جان نے کوکب کا بازو تھام کر اُسے آگے کی طرف بڑھا دیا۔ امی اپنی جگہ حیرت اور افسوس کی تصویر بنی کھڑی تھیں۔ فہمی نے کوکب کا ہاتھ تھام لیا۔

"اور ہاں میں نے اویس احمد کے گھر والوں کو ہاں کر دی ہے امی۔ کل وہ لوگ تاریخ طے کرنے آ رہے ہیں۔" ایک اور انکشاف۔ امی کے چہرے کے تاثرات متغیر سے ہو گئے۔

فہمی کوکب کو لے کر اندر کی جانب بڑھ گئی۔ ندا نے بھی اس کی تقلید کی۔ کمرے میں صرف آذر اور عطیہ بیگم رہ گئے تھے اور ایک جامد اور پُرہول خاموشی چکرا رہی تھی۔

"امی۔!" آذر ماں کے قریب چلے آئے۔ عطیہ بیگم کی آنکھوں میں محض رنجیدگی رہ گئی تھی۔

"آپ جتنی چاہے سزا دے لیں امی مگر پلیز اس طرح خاموش نہ رہیں۔ اگر آپ سمجھتی ہیں کہ میں نے غلطی کی ہے تو مجھے مار لیں مگر پلیز کچھ تو کہیں۔" کتنا ٹوٹا ہوا تھا آذر کا لہجہ عطیہ بیگم کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہونے لگا۔

"تم نے کہنے کے لیے چھوڑا ہی کیا ہے بیٹے۔" اُن کے لہجے میں جیسے برسوں کی تھکن اُتر آئی تھی۔ وہ تھکن جو خوابوں کے سرابوں میں بھٹکنے سے اُن کے وجود کا حصہ بن گئی تھی۔

"آئی ایم سوری امی۔! مگر ایک طویل عرصہ آپ کی انگلی پکڑ کر چلتے چلتے جب مجھے یہ احساس ہوا کہ ہم ایک غلط رستے پر جا رہے ہیں تو مجھے یہ فیصلہ کرنا ہی پڑا امی۔ بزرگ اگر غلطی کریں تو اس کی تصحیح کرنا چھوٹوں کا فرض بنتا ہے۔ آپ نے ہی تو کہا تھا۔ جب بھی کوئی چیز غلط دیکھو تو اُسے سدھارنا ضرور۔ تو آج میں نے سب کی زندگی کو پُرسکون بنانے اس گھر کو مکمل کرنے اور اسے اس مصنوعی خاموشی سے نجات دلانے کے لیے یہ قدم اٹھایا ہے۔" عطیہ بیگم کی گود میں چہرہ چھپائے وہ بڑے کرب سے کہہ رہے تھے۔ اور پچھتاوے نے آنسو بن کر عطیہ بیگم کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔

"کیا آپ اس جسارت پر مجھے معاف کر دیں گی امی۔" آذر کی سُرخ سُرخ آنکھوں میں استفسار مچل رہا تھا۔

"آذر۔ میرے بیٹے۔" بے اختیار عطیہ بیگم نے آذر کا ماتھا چوم لیا۔ "مجھے نہیں خبر تھی کہ میرے فیصلے کیسے میری اولاد کے سینوں کے داغ بنا رہے ہیں۔ مجھے کبھی اندازہ ہی نہیں ہو سکا کہ مجھ جیسی بڑے بڑے خوابوں والی ماں کے بچے زندگی سے محض اپنے حصے کی خوشیاں کشید کرنا چاہتے ہیں۔ میں نہیں جانتی تھی۔ مجھے نہیں خبر تھی۔" وہ بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔

ان اشکوں میں پچھتاوے، ٹوٹے خوابوں کا دکھ اور رائیگاں مسافتوں کی تھکن سبھی کچھ تھا۔ آذر ہونٹ بھینچے ماں کو دل کا بوجھ ہلکا کرتے دیکھتے رہے۔

"بس امی۔ پلیز، اب آنسو صاف کر لیں۔" جانے کتنی دیر بعد آذر کی آواز پر عطیہ بیگم نے اشکوں سے بھیگتا سر اٹھایا تو کوکب، ندا اور فہمی اُن کے فیصلے کی منتظر کھڑی تھیں۔ انہوں نے چہرہ آنچل سے صاف کیا۔ کوکب کے سلسلے میں ان کا ردِعمل کچھ دیر پہلے بہت مختلف تھا مگر اب ان کی آنکھوں میں مسرتوں کی چمک تھی۔

"ادھر آؤ بیٹا!" اپنے ہاتھ سے سونے کے کنگن اتار کر انہوں نے بڑی محبت اور وقار سے کوکب کو اپنے پاس بلایا تو وہ جھجک کر رک گئی۔ سوالیہ نظروں سے ان تینوں کی جانب دیکھا۔

"آگے بڑھو۔" فہمی نے خوش دلی سے مسکرا کر کہا آذر نے بھی اشارا کیا تو ندا کے ہاتھ میں ہاتھ دیے وہ عطیہ بیگم کے پاس آ گئی۔

"یہ لو۔ اس وقت میرے پاس تمہارے لیے یہی ہے بیٹا۔ مگر جلد ہی سارے ارمان پورے کروں گی اپنے۔ اس باؤلے لڑکے کا تو ہر کام ہی اُلٹا ہوتا ہے۔" انہوں نے ذرا گھور کر آذر کو دیکھا تو وہ سر جھکا کر کان کھجانے لگا۔

کوکب بے اختیار مسکرا دی۔ اور اس کی مسکراہٹ سے جیسے دیپ سے جل گئے۔ فہمی بجیا کے چہرے کی طمانیت، آذر بھائی کی آنکھوں میں ٹھہرا سکون اور امی کے لبوں پر جگمگاتا تبسم ندا کے دل سے تمام پریشانیاں تفکرات اور وسوسے مٹاتا چلا گیا۔ زندگی سے خوشیاں کشید کرنے کا وقت واقعی آ چلا تھا۔

Scanned with CamScanner